گوشہ فقہاء

الاما م الطحا وی

بَینَ عُسرٍ و یُسرَین

حضرت مولانا سید محمد قطب الدین حسینی صابریؒ (انڈیا)

(قسط ششم)

ظاہر ہے کہ ایک عالم کو بھرے مجمع میں ''تدری ماتقول ؟ تدری ماتتکلم به،، (جو کچھ کہہ رہے ہو سمجھتے بھی ہو، جو بول رہے ہو، اسے جان بھی رہے ہو) بڑا تلخ و تیز جملہ تھا، مگر طحاوی سب کے جواب میں صرف یہ فرما کر خاموش ہو گئے......هذا من فضل الله و انعامه (تذکرۃ الحفاظ)

یہ اللہ کا فضل اور اس کا انعام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ملازمت کا داغ جس زمانہ میں لوگوں کو تسلی کرتا تھا اس وقت تو ہارون کا یہ حال تھا، جب سے الگ ہو کر علم ہی پر وہ ٹوٹ پڑے اور اس کے نتائج و ثمرات جو ظاہر ہونے لگے تو اس نے دلوں کے حاسدانہ جذبات میں اور تیزی پیدا کر دی اور تو لوگ ان کا کیا بگاڑ سکتے تھے۔ ایک موقع حریفوں کو مل گیا۔ قاضی العمری جو جیل کی دیوار پھاند کر بھاگے تھے اور ان کا کچھ ذکر پہلے بھی آ چکا ہے، انہی نے ایک نئے دستور کی بنیاد مصر میں ڈال دی تھی۔ یعنی شہر کے ممتاز اور برگزیدہ، تقوی طہارت، علم و فضل والوں کی ایک فہرست تیار کرائی تھی۔ غالباً ہر ہر محلہ سے ایسے لوگوں کا انتخاب ہوا تھا، مقصد اس کا یہ تھا کہ مختلف مقدمات میں ضرورت اس کی ہوتی ہے کہ مدعی مدعی علیہ اور مقدمہ کے گواہوں کے حالات کسی معتبر آدمی سے دریافت کئے جائیں، نیز اور بھی دوسری ضرورتوں میں شناخت کنندوں کی حاجت پڑتی تھی۔ یا کسی معاملہ کی تحقیق کے لئے جہاں خود قاضی نہ جا سکے، وہاں ان معتبر آدمیوں کو بھیج دیا جاتا تھا تاکہ واقعہ کی صحیح حالت دریافت کر کے محکمہ میں رپورٹ کریں اور ان لوگوں کا نام ''الشھود،، رکھا گیا، العمری کے ترجمہ میں السیوطی نے لکھا ہے:......هو اول من دون الشهود (حسن المحاضرہ ص ۸۹)

یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے شہادت کے لائق قابل شہادت حضرات کا دیوان تیار کیا۔

ابتدا میں تو شاید یہ چنداں اہمیت کی چیز نہ سمجھی گئی، لیکن جب ان لوگوں کے بیانات پر ہزاروں اور لاکھوں کے مقدمات کا فیصلہ ہونے لگا اور ہر ہر بات میں ''الشھود،، سے مشورہ محکمہ عدالت لینے لگا تو پھر بتدریج

ان کی اہمیت ملک میں بڑھنے لگی، تا اینکہ ایک وقت وہ بھی مصر میں آ گیا کہ جس کا نام ''دیوان الشھود،، میں نہ ہوتا، وہ لوگوں کی نگاہوں میں بے وقعت ہو جاتا تھا گویا اس کے معنے یہ ہوتے تھے کہ اپنے محلّہ میں بھی اس کو علمی اور دینی امتیاز حاصل نہیں ہے، گویا وہ بیچارہ تھرڈ کلاس کا آدمی شمار ہوتا تھا۔

امام طحاوی کا جب علمی دور دورہ شروع ہوا تو جیسا کہ میں نے عرض کیا، اب وہ حکومت کے ملازم تو تھے نہیں ، جو کسی سازش کے شکار ہوتے، پس اتنا موقع لوگوں کے لئے رہ گیا کہ کسی طرح سے ''دیوان الشھود،، سے اس کا نام نکلوا دیا جائے اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کسی ''مقدمہ،، میں اظہار کا موقع جب آئے تو سارے ''الشھود،، یا ان کی اکثریت اس پر اتفاق کر لیتی کہ یہ شخص گواہی کے لائق نہیں ہے۔ امام بیچارے کے ساتھ بھی یہی ترکیب کی گئی۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ:

كان الشهود يتعسفون عليه. گواہی کے اہل حضرات ان کے خلاف تعسف سے کام لیتے تھے۔

اور اس ''تعسف،، اور ہٹ دھرمی ''زیادتی،، کی وجہ خود قاضی ابن خلکان باوجودیکہ طحاوی سے کدورت بھی رکھتے تھے، خود ہی یہ فرماتے ہیں کہ **لئلا تجتمع له رياسة العلم وقبول الشهادة** (ص ۱۹)

تاکہ ان میں علمی قیادت اور گواہی کی اہلیت جمع نہ ہو۔

مطلب یہ تھا کہ جنھیں علم و فضل کی راہ سے اونچا ہونے کا موقع نہیں ملتا تھا تو تسبیح و مصلی، درازی ریش وغیرہ کی آڑ میں کچھ نہیں تو ''الشھود،، کی فہرست میں نام ہی درج کرا لیتے تھے اور اسی کو اپنے لئے بڑا کمال سمجھتے تھے۔

حالانکہ آج ان ''الشھود،، کے صد فیصد کا بھی کسی کو صحیح علم نہیں ہے اور چاہتے تھے کہ ہماری اس ''منقبت،، میں کوئی مولوی ملا شریک نہ ہو۔ امام طحاوی میں دونوں باتیں جمع ہو گئی تھیں، تقوی بھی اور علم بھی یہی چیز ان لوگوں کو ناگوار گذرتی تھی۔ چاہا کہ ایک رخ تو اس کا بگاڑ دو، حکومت اور عام پبلک میں تو بے وقعت ہو جائے گا۔ رہا علم تو اپنی کوٹھڑی میں ملا اپنے ہاتھ میں قلم لئے گھسٹتا رہے یا معلم الصبیانی میں دماغ چٹوا تا رہے مگر ہمارے میدانوں میں تو نہ آئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حریفوں کی یہ چال کامیاب ہوگئی اور امام طحاوی جیسے ''امام،، کا ان عامیوں نے ''الشھود،، کی فہرست سے نام نکلوا دیا۔ بعض مقدمات میں اکثریت نے ان کی عدالت اور تقوی کو ناقابل اطمینان قرار دیدیا اور یہ حادثہ امام طحاوی کے ساتھ اس وقت پیش آیا جب قاضی الحسین بن علی بن حرب کا زمانہ تھا۔ قاضی بیچارہ بھی مجبور تھا ''الشھود،، کی اکثریت جب ووٹ دیکر ایک عالم کی بے عزتی پر اتر آئی

تھی تو قانوناًوہ کیا کر سکتے تھے، کیونکہ جہاں تک میرا قیاس ہے، قاضی حربویہ سے اس کی توقع نہیں کہ وہ دل سے اس قدر برا ہو کہ امام طحاوی کا نام انھوں نے ’’دیوان الشھود،، سے نکالا ہو۔

اب ابن خلکان کا بیان ہے کہ اس عرصہ میں منصور فقیہ جو قاضی حربویہ کے بڑے مداحوں میں تھے ان کے اور حربویہ کے درمیان ایک قصہ پیش آیا۔ جس میں امام طحاوی کی طرف سے قاضی حربویہ کو کوئی مددملی اوران کی ہمدردی طحاوی سے بڑھ گئی۔

آخر امام طحاوی سے قاضی حربویہ کے دل میں حنفی ہونے بلکہ شافعی مذہب ترک کر کے حنفی مسلک اختیار کر لینے کی وجہ سے لاکھ خلش اور کدورت ہو، لیکن ان کے علم وفضل، تقوی ودیانت کا وہ محض ان فروعی اختلافوں کی وجہ سے جہاں تک میرا خیال ہے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ خصوصاً جب ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ قاضی حربویہ کا مصر پہونچ کر ’’شافعیت،، میں جو تصلب اور تقشف تھا، بہت کچھ کم ہو گیا تھا۔ اس ضرب المثلی فقرہ ’’انما یتقلد عصبی اوغبی،، کے سوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے معاملات میں ’’عصبیت،، کو ناپسند کرتے اور غباوت کی دلیل سمجھتے تھے یوں بھی عامہ مؤرخین لکھتے ہیں خصوصاً مصر کے معتبر ترین قدیم مورخ ابن زولاق نے صراحۃً لکھ دیا ہے کہ قاضی حربویہ

بجمیع احکامه بمصر باختیار ،و کان قبل یذهب الی قول ابی ثور (ص ۱ ۵۳)

یعنی مصر آنے کے بعد گویا وہ شافعی المذہب باقی ہی نہیں رہے تھے، مگر باوجود اس کے بھی ’’شوافع،، کا ان کو علماء کے سلسلہ میں شمار کرنا محل حیرت ہے۔

خیر میرا خیال ہے کہ ’’الشھود،، کی ’’اکثریت،، ہی سے وہ مجبور تھے، اس لئے مصر میں جب ایک قصہ پیش آیا انھوں نے اس سے نفع اٹھایا۔ قصہ یہ ہے کہ مصر کے جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں، یہاں کے حکومتی امراء میں ایک مشہور آدمی محمد بن علی الماذرائی بھی تھا۔ اس امیر پر کسی معمولی عورت نے شفعہ کا دعوی قاضی حربویہ کے اجلاس میں دائر کر دیا۔ قاضی صاحب جیسے سخت آدمی تھے، امیر ہو یا غریب دونوں ان کی نگاہوں میں برابر تھے۔ انھوں نے الماذرائی کے نام فوراً حاضر ہونے کا سمن جاری کر دیا۔ لیکن امراء دوسرے قاضیوں کے بگاڑے ہوئے تھے۔ اس نے لکھا۔ **دافع ولم یحضر** یعنی انھوں نے مقابلہ کیا اور حاضر نہیں ہوئے۔

گویا قاضی کے حکم کا مقابلہ کیا اور ’’حاضر نہ ہوا،، مگر قاضی کی سخت مزاجی سے واقف تھا۔ ترکیب یہ کی فوراً حج کا اعلان کر کے حجاز روانہ ہو گیا۔ مصر میں ’’الشھود،، کا جو طبقہ رہتا تھا، الماذرائی کا سفر حج ان لوگوں کے

لئے غنیمت تھا۔ان کی بڑی تعداد اس کے حشم اور بارگاہ کے ساتھ حجاز روانہ ہوگئی۔الماذرائی نے تو خیال کیا کہ معمولی عورت کا قصہ ہے۔اس عرصہ میں رفع دفع ہوگیا ہوگا۔حج سے فارغ ہونے کے بعد مصر وواپس آ گیا۔لیکن ارباب ''تسبیح ومصلی،،کو اپنے دینی وقار میں وزن پیدا کرنے کا یہ اچھا موقع تھا کہ کچھ دن کعبہ اور حرم میں اعتکاف کر کے اور عمرہ وغیرہ کی تعداد میں اضافہ کر کے مصر واپس ہوں۔اس لئے جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے:

وکان جماعةمن الشھود قدجاوروا بمکةفی ھذہ السنة(ص ۱۹ جلد ۱)

اس سال اہل شہادت حضرات کی ایک جماعت مکہ میں اعتکاف کئے ہوئے رہی۔

گویا مصر ''دیوان الشھود،،والوں کی تعداد سے اس زمانہ میں خالی ہوگیا تھا،اب قاضی صاحب نے بغیر کسی جدید تاثر کے،یا جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے ایک واقعہ سے متاثر ہوکر اس موقع سے امام طحاوی کی صفائی کے لئے فائدہ اٹھانا چاہا،انھوں نے اس سلسلہ میں کیا صورت اختیار کی اس کا ذکر تو بعد کو آئے گا۔

ہم پہلے چاہتے ہیں کہ قاضی حربویہ کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ کسی جدید واقعہ سے متاثر ہونے کے بعد انھوں نے الشھود،،کی غیوبیت سے نفع اٹھایا،اس پر پہلے بحث کرلیں۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ امام طحاوی سے قاضی حربویہ کو جونئی ہمدردی پیدا ہوئی،اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گول مول الفاظ میں یہ لکھا ہے

عقیب القضیةاللتی جرت لمنصور الفقیه بابی عبید

میں چاہتا ہوں،قاضی حربویہ اور''منصور فقیہ،،کے جس قصہ کی طرف انھوں نے اشارہ کیا ہے پہلے اس کی تفصیل پیش کروں پھر بتاؤں گا کہ اس واقعہ میں طحاوی پر چھپے چھپے طریقہ سے شافعیوں کے دائرہ میں جو سرگوشیاں ہوتی رہی ہیں،ان کی حقیقت کیا ہے۔آخر میں یہ بھی بتاؤں گا کہ بالفرض قاضی حربویہ کے دل میں امام طحاوی کی ہمدردی کسی جدید واقعہ کا بھی نتیجہ اگر قرار دیا جائے تو بجائے قصہ منصور فقیہ کے قاضی حربویہ اور طحاوی کے درمیان جو ایک اور واقعہ پیش آیا ہے اگر اس کو اس جدید ہمدردی کی گونہ علت ٹھہرائی جائے تو زیادہ مناسب ہے بہر حال منصور فقیہ اور حربویہ کے درمیان والے قصہ کا ذکر ابن خلکان نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ کیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قاضی حربویہ کے منجملہ اور عجیب معمولات کے ایک دوامی معمول یہ تھا کہ جمعہ کے سوا ہفتہ بھر کی تمام راتوں کو انھوں نے مصر کے مختلف علماء وفضلاء کی صحبت اور علمی بحث وتمحیص کے لئے مختص کر رکھا تھا۔جس کی ایک باضابطہ فہرست بنی ہوئی تھی۔ایک رات

امام شافعی کے شاگرد ربیع الجیزی کے لئے دوسری عفان بن سلیمان ،تیسری السجستانی، چوتھی منصور فقیہ، پانچویں امام ابوجعفر طحاوی اور یوں ہی ایک رات کسی اور عالم کے لئے جمعہ کی رات صرف اس سے مستثنیٰ تھی۔

فانه کان یخلو بنفسه فیها (ابن خلکان ص ۱۲٦)

جمعہ کی رات انھوں نے اپنے لئے رکھ لی تھا۔

اتفاق سے منصور فقیہ والی رات میں جہاں اور مسائل کا ذکر ہو رہا تھا اس مسئلہ کا ذکر بھی آیا کہ حاملہ عورت کو اگر طلاق دی جائے تو عدت کے ایام میں طلاق دینے والے شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب ہے۔قاضی حربویہ نے اس سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ

زعم قوم ان لانفقةلها فی الثلاث و ان نفقتهافی الطلاق غیر الثلاث

ایک جماعت نے کہا ہے کہ تین طلاق میں عورت کے لئے نفقہ نہیں اس کے لئے نفقہ تین سے کم طلاق میں ہے۔

یہ دراصل امام شافعی کے مشہور اختلافی نقطۂ نظر پر تعریض تھی۔ان کا مسلک تھا کہ نفقہ صرف اس عورت کو ملے گا جسے رجعی طلاق دی گئی ہو، باقی تین طلاق جس سے عورت پھر رجعت کے قابل بجز حلالہ کے اور جدید نکاح کے نہیں رہتی چونکہ اس کا تعلق شوہر سے بالکلیہ منقطع ہوجاتا ہے ''المبتوتۃ،،(جس کا شوہر سے بالکلیہ تعلق ختم ہوگیا) ہوجاتی ہے،اس لئے اب کس بات کا نفقہ جب وہ بیوی نہیں رہی،لیکن اس مسئلہ میں امام شافعی نے صحابہ خصوصاً حضرت عمر کے فتوی کو اس لئے رد کردیا تھا کہ وہ ایک مشہور صحیح حدیث فاطمہ بنت قیس کے خلاف تھا، یہ عورت ابوعمر بن حفص کی بیوی تھی۔لیکن زبان بہت تیز تھی۔ان کے شوہر نے تنگ آ کر ان کو طلاق بائن دیدی تھی۔ان کا قصہ آنحضرت کی خدمت میں پیش ہوا۔تو فاطمہ بنت قیس کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا ''لیس لک نفقة،، اب تیرا نفقہ تیرے شوہر پر واجب نہ رہا۔

عدت گزرنے کے بعد چند آدمیوں نے نسبت بھیجی ،جن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آنحضرت سے فاطمہ نے اس باب میں مشورہ کیا۔آپ نے اس زمانہ میں حضرت معاویہ کی نسبت یہ کہا تھا کہ

صعلوک لامال له ...... قلیل المعاش ہیں ان کے پاس (تمہاری حیثیت کا) مال نہیں

اور حکم دیا کہ ''انکحی اسامۃ،،(یعنی اسامہ بن زید) سے نکاح کرلو،خیر یہ قصہ تو طویل ہے۔حضرت عمر کے عہد میں اس مسئلہ نے بڑی اہمیت حاصل کرلی۔ایک طرف قرآن کی آیت (مطلقہ) عورتوں کے متعلق

اطلاقی شکل میں موجود تھی۔

لاتخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن الاان یاتین بفاحشة مبینه (الطلاق ۱)

نیز ہر قسم کی عورتوں یعنی آئسات، نابالغات، حاملات سب کی عدت کا ذکر فرمانے کے بعد قرآن کا حکم ہے کہ: **اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولاتضاروھن لتضیقوا علیھن(الطلاق)**

جس سے عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ مطلقہ خواہ یہ طلاق رجعی ہو یا مغلظہ وبائن سب ہی کے لئے یہ قانون عام ہے اس پر عمل درآمد بھی تھا کہ اتنے میں فاطمہ بنت قیس نے اپنا قصہ بیان کرکے اپنی یاد اور سمجھ کی بنیاد پر اصرار کیا لیکن صحابہ نے قرآن وسنت سے ان کے پاس ثابت شدہ مسئلہ کو بیان کرکے ان کی پیش کردہ روایت کو قبول نہیں کیا۔ بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ نے فاطمہ کو بلاکر فرمایا الا تتقی اللہ۔ بالآخر حضرت عمر نے اعلان فرمادیا کہ

لانترک کتاب ربناولاسنة نبینا لقول امراة لاندری احفظت ام نسیت لھاالسکنی والنفقه،،

ہم ہمارے رب کے فرمان کو اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت کو ایک خاتون کی بات پر چھوڑ نہیں سکتے۔ ہم کو پتہ نہیں وہ اس کو یاد رکھی ہے یا بھول گئی۔

اور اس پر صحابہ کا تقریبا اجماع قائم ہوگیا۔ اگر چہ فاطمہ کی روایت کی بنیاد پر بیچ بیچ میں کبھی کبھی یہ قصہ پھر اٹھ کھڑا ہوتا، مروان کے زمانہ میں بھی اس کا جھگڑا اٹھا، اس نے بھی کہا:

لم نسمع ھذاالحدیث الامن امراة سناخذ بالعصمة اللتی وجدناالناس علیھا

مگر جب امام شافعی محدثین اور حدیث کی قیادت کا جھنڈا لیکر اٹھے تو اس فتنہ نے پھر سر اٹھایا۔ ایک طرف قرآن تھا۔ صحابہ کا تقریبی اجماع تھا۔ حکومت کا فیصلہ تھا لیکن امام شافعی نے تو طے کرلیا تھا کہ حدیث اگر سند کے رو سے صحیح ثابت ہوجائے گی اس پر عمل ترک نہ کیا جائے گا۔ خواہ اس کے مقابلہ میں ''کائنا من کان،، کوئی ہو، گویا حضرت عمر کی طرف بھی یہ اشارہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں امام شافعی کی طرف سے جو بدگمانیاں اور دوسرے مسائل کی جانب سے تھیں، ان میں ایک بڑا مسئلہ یہ بھی تھا ان کو اصرار تھا کہ حدیث صحیح سے جب ثابت ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کو نفقہ نہیں ہے تو اس کو ہم کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ قرآن کی آیتوں کے اطلاق کے دائرہ کو اسی فاطمہ کی روایت سے وہ محض رجعی طلاق والی عورتوں تک محدود کرتے تھے اور بعض قرآنی آیات سے اپنی تائید بھی پیش کرتے تھے جس کا اپنے محل میں ذکر موجود ہے۔

اس مسئلہ نے درمیان میں کیسی کیسی صورتیں اختیار کی ہیں، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حدیث کے مشہور امام شعبی کوفہ کی مسجد میں اسی فاطمہ کی روایت کو بیان کررہے تھے۔ عبداللہ بن مسعود کے خلیفہ اور شاگرد اسود بھی موجود تھے۔ شعبی کے رجحان کو فاطمہ کی روایت کی طرف پاکر بیان کیا جاتا ہے کہ اسود بے اختیار ہوگئے اور...... **فاخذ الاسود کفامن حصی یحصبه به الشعبی**......

اسود نے ایک مشت بھر مٹی لے کر اس کو شعبی پر پھینکا......

بعضوں کا یہ بھی خیال تھا کہ قرآن کی آیت ''الا ان یاتین بفاحشۃ مبینہ،، سے عملی بدکاری ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اگر کسی کی زبان میں فحش گوئی کی عادت ہو تو وہ بھی اس میں داخل ہوسکتی ہے اور فاطمہ بنت قیس چونکہ زبان کی سخت تھیں آنحضرت ﷺ نے خصوصی طور پر زجراً ان کو ''**لا نفقة لک**،، کا حکم دیا تھا۔ سعید بن المسیب مشہور تابعی نے بھی ایک موقع پر فرمایا:

تلک امراۃ فتنت الناس کانت لسنة

یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے لوگوں کو آزمائش میں ڈالدیا ہے اور وہ زبان کی سخت تھیں خود حضرت عائشہ کا بھی یہی خیال تھا انھوں نے فاطمہ کو ایک دن خطاب کر کے فرمایا **انما اخرجک هذا اللسان یعنی انها استطالت علی احمائها و کثر الشر بینهم** ظاہر ہے کہ اس بنیاد پر قرآن کی آیت اور روایت میں تطبیق پیدا ہوجاتی ہے۔ یعنی فاحشہ کی صورت میں طلاق دینے والے شوہر کو حق ہے کہ نفقہ سے اس کو محروم کردے۔

خلاصہ یہ ہے کہ باوجود ان تمام باتوں کے چونکہ (معتبر سند) سے حدیث بیان کی جاتی ہے، اس پر حضرت امام شافعی کو اتنا اصرار ہوا کہ انھوں نے فاطمہ ہی کے بیان پر بھروسہ کر کے یہی مذہب اختیار کیا۔ قاضی حربویہ جیسا کہ گذر چکا تلمذاً بھی شافعی المکتب تھے نیز مدت تک وہ مسلکا وافتاء بھی شافعی اسکول کی شاخ ابو......ثور کی پیروی کرتے تھے لیکن مصر پہونچ کر ان کے خیالات میں تبدیلی ہوگئی تھی۔ غالباً یہ قاضی بکار کے پیدا کئے ہوئے ماحول اور ان کے بنائے ہوئے عالم امام طحاوی کی صحبتوں کا نتیجہ تھا۔ قاضی حربویہ نے جب اس مذکورہ بالا فقرہ کا اضافہ کیا تو گوامام شافعی کا یہ مسلک نہ تھا کیونکہ تین طلاق والی حاملہ عورت کے باب میں وہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ اس کو نفقہ دلایا جائے اور اس لئے یہ امام شافعی پر طعن بھی نہ تھا لیکن منصور فقیہ جو ایک نابینا سخت کٹر شافعی عالم تھے، انھوں نے خدا جانے کیا سمجھا اور حربویہ کے جواب میں کہا: **هذا لیس من اهل القبلة**...... یہ اہل قبلہ (مسلمان) نہیں ہیں۔

☆ کررِ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ"، فانها تشرح البال، وتصلح الحال، ویحمل بها الاثقال، وترضی ذا الجلال ☆

یعنی جو تین طلاق والی حاملہ کو نفقہ نہیں دلاتا وہ تو اہل قبلہ سے نہیں ہے یعنی وہ مسلمان نہیں ہے۔ منصور اور حربویہ میں یہ گفتگو اس نقطہ پر ختم ہوگئی۔ منصور گھر چلے گئے، دوسرے دن امام طحاوی سے کہیں ملاقات ہوئی اور قاضی حربویہ اور اپنی گفتگو کا ان سے تذکرہ کیا، امام ابوجعفر اپنی باری والی رات میں قاضی کے پاس آئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ علماء میں بعض لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ تین طلاق والی عورت اگر حاملہ بھی ہو جب بھی اس کو نفقہ نہ ملے گا۔

چونکہ یہ واقعہ میں کسی کا مذہب نہ تھا، قاضی صاحب نے کہا کہ یہ بات کس نے میری طرف منسوب کی ہے امام طحاوی نے منصور فقیہ جن سے سنا تھا نام لے دیا، اب خدا ہی جانتا ہے کہ منصور کو غلط فہمی ہوئی تھی یا کیا ہوا تھا، قاضی حربویہ نے شدت سے اس کا انکار کیا، جو کسی کا مذہب ہی نہیں ہے میں خوانخواہ کیوں کہوں گا کہ کسی کا مذہب ہے اور فرمایا کہ میں منصور سے اس کے منہ پر پوچھ کر اس کو جھٹلاؤں گا۔

دوسرے دن قاضی حربویہ نے شہر کے اہل علم کو جمع کیا، جب سارا مجمع اکٹھا ہوگیا، تب انتظار ہونے لگا کہ آخر قاضی نے لوگوں کو کیوں جمع کیا ہے، قبل اس کے کہ کوئی کچھ پوچھے، قاضی حربویہ نے خود پیش قدمی کی اور بغیر کسی تمہید وغیرہ کے غصہ میں ''منصور،، فقیہ کے نام اور ان کی نابینائی کی طرف تعریض کرتے ہوئے بولنے لگے: **ماارید احدایدخل علی ماارید منصوراً ولانصاراً ولامنتصراً**

یہ تو ان کے نام کی طرف ایما تھا، نابینائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے اور اب کھلے......

قوم عمیت قلوبھم کما عمیت ابصارھم یحکون عنامالم نقلہ

منصور کو پہلے سے اس واقعہ کی خبر نہ تھی کہ طحاوی اور قاضی میں میرے متعلق یہ باتیں ہوئی ہیں، اپنے نام اور اپنی صفت کی طرف اشارہ پاتے ہوئے سمجھ گئے کہ وہی رات والی بات ہے، وہ بھی غصہ میں بھر گئے اور صرف اتنا کہہ کر...... **قد علم اللہ الکاذب**...... جھوٹا کون ہے اللہ کو معلوم ہے۔'' **ونھض**،، یعنی فوراً مجلس سے اٹھ گئے، مجمع پر سناٹا طاری تھا ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا خاموش تھا۔ قاضی حربویہ کے جبروت وجلال کا لوگوں پر اتنا اثر تھا کہ بیچارے نابینا آدمی کو دروازہ تک پہونچانے کے لئے بھی کوئی نہ اٹھا اور ابن خلکان کا بیان ہے کہ...... **فلم یاخذاحد بیدہ**...... ان کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑا۔

ابوبکر بن الحداد جو مصر میں اپنے وقت کے بڑے زبردست شافعی عالم گزرے ہیں اور کچھ دن کے لئے مصر کے قاضی بھی بعد کو رہے ہیں، ان سے نہ رہا گیا۔

فانہ اخذ بیدہ وخرج معہ حتی رکب (ابن خلکان ص ۱۲۶ ج ۲)

☆اکثر من الاستغفار بجمعہ الرزق والفرج والذریۃ والعلم النافع والتیسیر وحط الخطایا۔☆

انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ وہ سوار ہو گئے......

عجیب بات ہے کہ ان ہی ابو بکر بن الحداد کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں قاضی حربویہ شروع شروع مصر میں آئے تھے اور میں اس وقت جوان تھا، بشر بن نصر الفقیہ کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ یہی نابینا شافعی عالم منصور فقیہ بھی قاضی حربویہ سے مل کر اس مجمع میں پہونچے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کہئے نئے قاضی صاحب کو آپ نے کیسا پایا؟ اس وقت ان ہی نے قاضی حربویہ کے متعلق کہا تھا...... **یا ابا بکر رایتُ رجلا عالما بالقرآن والحديث والفقه والاختلاف ووجوه المناظرة عالماً باللغة والعربية عاقلاً ورعاً متمكناً......**

اے ابو بکر میں نے ان کو قرآن وحدیث اور فقہ کا عالم اور اختلاف مذہب کا اور وجوہ مناظرہ اور علم لغت وعربیت کا عالم اور صاحب عقل اور پرہیز گار ماہر اور قدرت والا پایا۔ مدح کے ان غیر معمولی الفاظ کو سن کر ابن حداد نے کہا...... **هذا يحيى بن اكتم**...... یہ تو یحیی بن اکتم ہیں۔

یعنی پھر تو یہ قاضی قاضی یحیی بن اکتم ہیں، یحیی بن اکتم کی ہستی اسلامی تاریخ قضاۃ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ تھا۔ منصور فقیہ نے جواب میں کہا...... **قلت الذي عندي فيه**

ان کے بارے میں میرا جو خیال ہے میں نے وہی کہا ہے۔

بھائی میرے خیال میں وہ جیسے ہیں اس کا میں نے اظہار کیا، مگر معمولی بات کے سلسلہ میں دونوں (یعنی حربویہ اور منصور فقیہ) میں ایسی کشیدگی پیدا ہوئی کہ پھر بجائے گھٹنے کے قصہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ اشخاص سے بڑھ کر اس کشمکش نے جماعتوں کو تیار کرنا شروع کیا۔ منصور فقیہ کا مصری فوج اور فوجی افسروں پر خاصا اثر تھا۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ منصور فقیہ کی طرفداری میں...... **تعصب الامير ذكا وجماعة من الجند وغيرهم**...... امیر ذکا اور فوجی اور غیر فوجی جماعتوں نے تعصب سے کام لیا۔ پھر اس طرح شہر کے ارباب وجوہ ومناصب میں جو لوگ حربویہ کے عقیدت مندوں میں تھے انھوں نے قاضی کا پارٹ لینا شروع کیا اور چند دنوں تک اس فتنہ نے بعض مواقع پر نہایت نازک صورتیں اختیار کر لیں۔ واللہ اعلم۔ جھوٹی شہادت تھی یا سچی، منصور فقیہ کے خلاف امام شافعی کے تلامذہ راشدین میں سے محمد بن الربیع الجیزی بھی تھے۔ یہ ربیع المؤذن کے سوا ہیں، ان کا بھی مصر میں اچھا خاصا علمی وقار تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قاضی حربویہ کے اجلاس میں...... **شهد على منصور بكلام سمعه منه ......**

منصور کے خلاف اس نے جو کچھ اس سے سنا تھا اس کی گواہی دی۔

مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ کیابات ہوئی اتنا ابن خلکان نے اشارہ کیا ہے کہ......**یقال ان منصور؟حکاہ عن النظام......**

کہاجاتا ہے کہ منصور نظام کے بارے میں زیادہ حکایتیں بیان کرتے ہیں۔

غالباً ''النظام،، مشہور معتزلی مراد ہے، غالباً کوئی عقیدہ وغیرہ کی بات تھی، اتنی اہم تھی کہ قاضی حربویہ نے کہا......**ان شهد علی منصور آخرمثل ماشهدبه علیه محمد بن الربیع ضربت عنقه**

اگر محمد بن ربیع کی طرح منصور کے خلاف اور ایک دوسرا گواہی دیدے تو میں اس کی گردن اڑادوں گا۔

وہ تو خیر گذری کہ کوئی دوسرا گواہ مل نہ سکا، مگر پھر بھی جیسا کہ ابن خلکان کا بیان ہے کہ......**فخاف علی نفسه ومات فی جمادی الاولی من السنةالمذکورة......** اس کو اپنے اوپر اندیشہ ہوگیا اور مذکورہ سال کے ماہ جمادی الاول میں انتقال ہوگیا۔

یعنی مارے دہشت کے بیچارے نابینا فقیہ کا دم نکل گیا۔ ادھر منصور پر تو یہ گذری اور ادھر قاضی حربویہ بھی کچھ مطمئن نہ تھے۔ فوج میں ایک بڑی تعداد خصوصاً منصور کی وجہ سے اور یہ باور کر کے کہ قاضی کی دھمکیوں نے ان کا ہارٹ فیل کرادیا، باوجود کہ اعیانِ شہر کے جنازہ میں قاضی کی شرکت گویا ضروری خیال کی جاتی تھی لیکن......**خاف ابوعبیدان یصلی علیه لاجل الجند اللذین تعصبوا المنصور فتاخر عن جنازته لهذاالسبب......** ابوعبید کو ان فوجیوں کی وجہ سے جو منصور کے طرف دار تھے جنازہ میں شرکت سے گریز کیا۔ چنانچہ اسی سبب سے جنازہ میں آنے میں تاخیر ہوئی۔

منصور کا جنازہ قاضی جی کے علی الرغم فوجیوں نے بڑے دھوم دھام سے نکالا۔ خود امیر ذکا اور حکومت عباسیہ کا مصر میں جو مالگذاری اور خراج کا وزیر تھا، یعنی ابن بسطام یہ سب جنازہ میں ساتھ ساتھ تھے۔ کہاجاتا ہے کہ ان دونوں کی وجہ ہی سے شہر کے لوگوں اور فوجیوں میں سے **اوعب الناس ولم یتخلف احد**۔ سارے لوگ شریک ہوئے اور کوئی الگ نہیں رہا۔

ابن خلکان نے یہ بھی لکھا ہے کہ منصور فقیہ جو اپنے زمانہ کے بڑے شاعر بھی تھے۔ مرنے سے کچھ دیر پہلے اپنے یہ اشعار پڑھ رہے تھے

قضت نحبتی فسرقوم حمقی بهم غفلةونوم

کان یومی علی حتم ولیس للشامتین لوم

یہ بھی ان ہی کا بیان ہے کہ قاضی حربویہ تک یہ اشعار جب پہونچائے گئے تو......

اطرق ابو عبید ساعة ثم قال ......

تموت قبلی ولو بیوم ونحن یوم النشور توم

فقد فرحنا وقد شمتنا ولیس للشامتین لوم

الغرض یہ سارا جھگڑا جیسا کہ ابن خلکان کا بیان ہے۔ سب امام طحاوی کی وجہ سے کھڑا ہوا۔ اگر منصور فقیہ کی بات کا ذکر حربویہ سے نہ کرتے تو دو دوستوں کی کشیدگی اس حد کو نہ پہونچتی ،لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں امام طحاوی کا کیا قصور ہے،کوئی دنیا کی بات ہوتی تو کہا جاتا کہ امام نے گویا نمامی (لگانے بجھانے) کا کام کیا،ایک علمی مسئلہ تھا۔منصور نے اس کو قاضی حربویہ کی طرف منسوب کیا کہ وہ ایسا کہتے تھے۔امام طحاوی نے بھی اگر قاضی حربویہ سے براہ راست اس عجب مذہب ’’یعنی حاملہ مطلقہ ثلاثۃ کو بھی نفقہ نہیں ملے گا،،کی تصدیق پوچھی ہوگی۔دریافت کیا ہوگا کہ جناب نے یہ فرمایا ہے کہ یہ علماء میں سے کسی کا مذہب ہے۔گویا بالکل ایک علمی تحقیق تھی۔اب یہ قاضی حربویہ جانیں کہ انھوں نے کہنے کے بعد انکار کردیا یا منصور فقیہ اس کے ذمہ دار ہیں کہ انھوں نے قاضی کی طرف اس کو غلط منسوب کردیا۔خدا ہی جانتا ہے کہ اصل واقعہ کیا تھا۔مگر بہرحال طحاوی کو اس فتنہ کا ذمہ دار ٹھہرانا خود فتنہ پردازی ہے۔

ابن خلکان کا بیان ہے کہ......عدله ابو عبید علی بن الحسین بن حرب القاضی

قاضی ابوعبید نے ان کی قضیہ کے بعد جو منصور فقیہ کا ابو عبید کے ساتھ گزرا تعدیل کرائی۔

عقیب القضیة اللتی جرت لمنصور الفقیه مع ابی عبیدص ۱۹ ج ا

گویا ادھر ایما ہے کہ امام طحاوی نے اس ھیزم کشی کے ذریعہ سے اپنا رسوخ قاضی حربویہ کے دل میں پیدا کیا اور باوجود حنفی المسلک ہونے کے اس شافعی التلمذ والمکتب قاضی کے دست بن گئے اور منصور فقیہ شافعی کو ان کی نگاہوں سے گرادیا۔

بالفرض اگر قاضی حربویہ ابوعبید نے الطحاوی کی تعدیل اسی واقعہ کے بعد یا اس واقعہ سے متاثر ہوکر کرائی،جب بھی الطحاوی پر یہ الزام قطعاً بے بنیاد ہے کہ ان کا ارادہ منصور کو قاضی کی نگاہ سے گرانا تھا۔امام طحاوی کو یہ کیا معلوم تھا کہ منصور فقیہ جو بات ان کی طرف منسوب کررہے ہیں ان کے انتساب کا قاضی حربویہ انکار کریں گے۔اگر وہ انکار نہ کرتے اور کہہ دیتے ہاں میں نے کہا تھا،تو پھر فتنہ کا ہے کو کھڑا ہوتا،......اس لئے میرے خیال میں اس واقعہ کی ذمہ داری ان ہی دونو ں شافعیو ں (منصور اور قاضی حربویہ) پر ہے،طحاوی کا دامن بالکل پاک ہے۔

ماسوااس کے کہ قاضی حربویہ اور امام طحاوی کے تعلقات میں ناگواری میرے خیال میں بہ نسبت اس واقعہ کے ایک اور واقعہ سے پیدا ہوئی اور بڑھی ہو، تو یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

چونکہ امام طحاوی پر اس واقعہ کے ذریعہ سے شوافع نے گویا ایک طرح کا الزام لگانا چاہا ہے، اور اپنے ایک عالم کے خون کو ان ہی کے گردن پر ڈالنا چاہتے ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں ایک دوسرے واقعہ کا بھی ذکر کردوں، جو میرے نزدیک قاضی حربویہ کی ہمدردی کا امام طحاوی کے ساتھ زیادہ تر مناسب ہوسکتا ہے۔

حافظ ابن حجر اور دوسرے محدث مورخین کی کتابوں میں یہ واقعہ پایا جاتا ہے۔ میں ملحقات الکندی سے اسے نقل کرتا ہوں، کہ ماذورائی محمد بن علی جس پر قاضی حربویہ کے اجلاس میں ایک عورت نے شفعہ کا مقدمہ دائر کیا تھا، حج سے جب واپس ہوئے تو پھر قاضی حربویہ نے اس پر یورش کی اور کوئی صاحب اسحاق بن ابراہیم رازی تھے ان کو قاضی جی نے ماذورائی کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ ''فصل القضیۃ اوالحضور،، یعنی یا عورت کا حق ادا کرو ورنہ اجلاس میں آ کر جواب دہی کرو، اب یہاں سے قصہ شروع ہوتا ہے۔ امام طحاوی اور ماذورائی میں رواسم تھے، اس نے ان سے مشورہ لیا، آپ نے فرمایا کہ جواب میں قاضی جی کو کہلا بھیجو، کہ میرے دو وکیل قاضی کے اجلاس پر حاضری دینے کے لئے تیار ہیں (یعنی اظہار بالوکالت بھی ہوسکتا ہے) یہی جواب دیا گیا۔ قاضی صاحب کو ضد تھی کہ ماذورائی کو خود اجلاس میں لانا چاہئے۔ انھوں نے کہلا بھیجا کہ الوکیل لایحلف (وکیل قسم نہیں کھاسکتا) یعنی مجھے تم سے قسم کھلوانی ہے اور شریعت کا مسئلہ ہے کہ وکیل سے قسم نہیں لی جاتی۔ یہ عالمانہ پینترا تھا۔ جو قاضی حربویہ نے کیا، مگر یہاں بھی امام طحاوی جیسا مرد میدان موجود تھا۔ انھوں نے ماذورائی سے کہا کہ کہلا بھیجو کہ آپ میرے پاس دو گواہوں کو بھیج دیجئے۔ میں ان کے پاس قسم کھالوں گا۔ یا قسم سے انکار کروں گا۔ اب قاضی حربویہ پریشان ہوئے۔ قانونی جواب اس کا ممکن نہ تھا۔ یہ زبردستی کا جواب کہلا بھیجا۔

لاسبیل الی ارسال الشاهدین۔ دو گواہ بھیجنے کی کوئی صورت نہیں ماذورائی نے امام طحاوی کے اشارہ سے اس کے جواب میں کہلایا کہ...... ارسلت الی غیری بشاھدین تم نے (اس سے پہلے) دو گواہوں کو میرے غیر کی طرف روانہ کیا۔ قصہ یہ تھا کہ اس سے پہلے زیادۃ اللہ بن اغلب مشہور افریقی انقلابی کے لئے قاضی حربویہ گواہ بھیج چکے تھے..... اب کیا جواب دیتے؟............ (جاری ہے)